

جناب محمد یونس میو صاحب

## افغانستان میں طالبان کا جہاد اور حکومت

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب طالبان نے کابل فتح کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے ذرائع ابلاغ کی ساری دنیا مٹھی بھر پوری نشینوں کو اہمیت دینے پر مجبور ہو گئی ہے۔ اپنے اپنے کام سے فراغت حاصل کر کے دوست گپ شپ کے موڈ میں تھے۔ سامنے اخباروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا جو افغانستان کی فتوحات کی خبروں سے مزین تھے۔ اچانک ایک دوست نے سوال کر دیا۔ یہ طالبان ہیں کون؟ یہ وہ سوال تھا جو ان دنوں ہر خاص و عام کو درپیش تھا۔ اب جبکہ طالبان افغانستان کے بیشتر علاقہ جات پر قبضہ کرنے کے بعد شمال میں روس نواز دوستم کی باقیات سے برسرِ پیکار ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ طالبان کون ہیں؟ کہاں سے نازل ہوئے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہوتا ہے جس دن بی بی سی طالبان اور افغانستان کی کوئی خبر نشر کرتا، علاوہ ازیں اخبارات، دینی رسائل و جرائد خاص طور پر ماہنامہ ”الحق“ کے خصوصی شمارے، الفاروق کے مضامین، سفرنامے، تجزیے، رپورٹس اور مولانا سمیع الحق کے بیانات اور پی ٹی وی کو خصوصی انٹرویوز سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ طالبان راج العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔ یہ بات سیاسی اور علمی طور پر انکشاف نہیں ہے۔ افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف جہاد میں علماء دیوبند خصوصاً علماء اکوڑہ خٹک کا جہادی کردار دنیائے اسلام کیلئے مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن بعض ملتوں اور ناعاقبت اندیش طبقوں نے نہ جانے کیوں اس اسلامی انقلاب کو تشویش کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے مغربی میڈیا پریس وغیرہ کی تقلید میں مقامی سطح پر طالبان کے خلاف ایک پروپیگنڈہ مہم شروع کی جو بعض حلقوں میں ابھی تک جاری ہے۔ ہمارے قومی اخباروں نے طالبان کی اسلام پسندی پر شک و شبہ کا اظہار کیا حتیٰ کہ ”نوائے وقت“ جیسے سنجیدہ اخبار نے بھی اپنے ادارے میں لکھا کہ ”نہ جانے یہ طالبان کونسا اسلام نافذ کر رہے ہیں“ حال ہی میں ایک جہاں دیدہ اسلامی رہنما کا یہ بیان ”وہ طالبان کے تصور اسلام سے حقیق نہیں“ خاص طور پر قابل ذکر ہے عام طور پر اس تنقید کی بنیاد دو چیزوں دکھائی دیتی ہے۔

ایک یہ کہ ”طالبان بنیاد پرست ہیں“ اور دوسرے یہ کہ اب افغانستان میں اقتدار کی جنگ ہو رہی ہے۔ یہ کرسی کی لڑائی ہے۔ چونکہ محاربین (BELLIGERENTS) مسلمان ہیں۔

دونوں طرف سے نقصان مسلمان کا ہو رہا ہے۔ اس لیے یہ جساد نہیں ہے بلکہ خون ریزی اور قتل و غارت ہے۔ بعض لوگ اس جنگ و جدل کو افغانوں کی فطرت ثانیہ بھی کہہ رہے ہیں۔ نیز یہ کہ ان حالات میں پاکستان اور عالم اسلام کو خاص طور پر طالبان کی سیاسی و اخلاقی امداد سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے۔ مبدا امریکہ پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دے دے۔ بعض شامت اعمال کے بارے میں لوگوں کا یہ اندیشہ ہے کہ افغانستان میں استحکام کے بعد کہیں طالبان پاکستان کا رخ نہ کر لیں۔ یہی بدگمانی مشرقی وسطیٰ کی نوآزاد شدہ ریاستوں کو بھی ہے۔ ایک مخصوص طبقہ نے تو طالبان تحریک کے ڈانڈے امریکہ بہادر سے جاملے۔ لیکن یہ بات درایت ساقط الاعتبار ہے اور داخلی و خارجی حالات اس امر محال کی تصدیق نہیں کرتے۔ افغانستان میں اقوام متحدہ (UNO) کی بے بسی و بے چارگی، طالبان کی مغربی تہذیب کی خلاف اسلامی سرگرمیاں، امریکہ کے اتحادی فرانس کے دوسفارت کاروں کی گرفتاری، یورپ کے سنگین مجرم ”اسامہ بن لادن“ کو امریکہ کے حوالہ کرنے سے انکار جیسے جرات آزما اقدام یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکومت افغانستان اب امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے سیاسی فریب میں نہیں آئے گی۔ تازہ ترین صورت حال نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ طالبان کسی بیرونی طاقت کے آلہ کار نہیں بلکہ تحریک نظام ”خلافت راشدہ“ کی علمبردار ہے۔

ہاں دوستوں کا یہ کہنا بجا ہے کہ طالبان بنیاد پرست ہیں لیکن اس میں گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جب ہم مسلمان ہیں تو بنیاد پرستی میں کیا برائی ہے۔ ہر وہ شخص جو اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، آخرت وغیرہ پر ایمان رکھتا ہے اور نماز، روزہ، جہاد کے فرائض ادا کرتا ہے بنیاد پرست ہی تو ہے اگر مسلمان طالبان کے ذریعے سے راہ راست پر آ رہے ہیں تو بڑی خوشی کی بات ہے کیا آپ نہیں چاہتے کہ تحریک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا پیغام بن کر ابھرے۔

”بنیاد پرستی“ دراصل اسلام دشمن طاقتوں کی پرفریب اصطلاح ہے جیسے انہوں نے بڑی مہارت سے ایک فکری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔

کیا یورپ کے عیسائی اور امریکہ خود بنیاد پرست نہیں ہے؟ کیا اسرائیل سے بڑھ کر بھی کوئی بنیاد پرست ہے دنیا میں؟ کیا امریکہ نے اسرائیل کی حمایت میں عربوں کے خلاف ویٹو کا حق استعمال کر کے بارہا بنیادی پرستی کا ثبوت نہیں دیا۔ عیسائی اور یہودی اپنے مذاہب اور روایات میں بنیاد پرست ہو سکتے ہیں لیکن مسلمان نہیں۔ کیا انصاف ہے؟

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

بنیادی پرستی کا یہ طعنہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی بنیادی اپنے دانا دوستوں سے نصف النہار کے وقت یہ کہتا ہے کہ دیکھو سورج نکل ہوا ہے ایسی حالت میں ان غیر خواہ دوستوں سورج پر حیرت کا اظہار کرنے کے بجائے اپنے دوست کی دماغی حالت کی فکر کرنا چاہیے۔

دوسری بات جس پر عوام الناس میں تھوٹی دیر کے لئے پریشان ہو جاتے ہیں کہ کیا طالبان بھی کرسی کی جنگ لڑ رہے ہیں؟ مسلمانوں کی مسلمانوں کے خلاف جنگ جہاد کیسے ہو سکتی ہے۔ یہاں بھی جو لوگ اسلام کے فلسفہ جہاد سے آگاہ ہیں اور افغانستان کے اسلامی مستقبل سے مایوس ہو جاتے، آئندہ سطور پر راقم الحروف اسی علمی مغالطہ کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ شاید یہ خاصہ فرسائی کسی کے کچھ نام آجائے۔ میں اپنی مصروفیات کو دوماحل میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں فیصلہ آپ خود فرمائیں۔ اول یہ کہ اسلام نے جہاد کے جو اغراض و مقاصد بیان کیے ہیں کیا وہ روس کے افغانستان سے جانے کے بعد پورے ہو گئے تھے؟ کم از کم طالبان سے پہلی حکومتوں نے ان مقاصد کے حصول کی طرف کچھ پیش رفت ہی کی ہو۔ دوسرے یہ کہ کیا جہاد صرف کافروں سے ہوتا ہے؟ کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ مسلمانوں میں قتال ناگزیر ہو جائے۔ نیز ایسی صورت میں آپ کس فریق کو حق بجانب کہیں گے۔ ظاہر ہے وہی گروہ راہ راست پر ہوگا جس کے پیش نظر جہاد کے اسلامی مقاصد ہوں گے۔

مورخین کے اندازے کے مطابق گذشتہ پانچ ہزار سال (۵۰ صدیاں) کے دوران دنیا میں ۱۳۵۰۰ جنگیں لڑی چکی ہیں، جن میں تقریباً چار بلین (BILIAN) جانیں ضائع ہوئیں۔ بیسویں صدی کی ہوفناک لڑائیاں، جنگ عظیم اول اور دوم میں ۶۰ ملین (MILIAN) سے زائد انسان ہلاک اور ۱۱۰ ملین ناکارہ ہو گئے۔ تالیخ گواہ ہے کہ ان جنگوں کی بنیاد مذہبی تعصب، استعمار پسندی حرص ملک گیری اور شہرت و ناموسی کے سوا کچھ اور نہ تھی۔ یہ امتیاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ جب کبھی اور جن حالات میں بھی جنگ (جہاد) کی اجازت دیتا ہے اس کا مقصد شرک مٹانا، توحید کو بلند کرنا اور دین حق کی حمایت و نصرت کرنا اور انسانوں کی حکومت کو مٹا کر خدا کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے۔ اسلام نفس کے لیے، قبیلہ کے لیے، حلقہ اثر کی توسیع کے لیے، آزادی تجارت کے لیے، آزادی سمندر کے لیے، ٹھنڈے و گرم پانیوں کی تلاش کے لیے، نوآبادیوں کی آباد کاری اور ان کے تحفظ کے لیے اور برآمد کی منڈیوں کو قائم کرنے کے لیے خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ مخصوص حالات اور پاکیزہ مقاصد کی خاطر جان کی بازی لگانے کی تعلیم دیتا ہے۔ مثلاً اسلام ان

لوگوں سے جہاد کی اجازت دیتا ہے جو ظلم و زیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

”وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَقَاتِلُونَكُمْ“ (البقرہ ۱۹۰)

”اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں“

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ ”اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا“ (الحج ۳۹) ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی جن پر ظلم کیا گیا۔ اسلام کمزوروں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں تلوار اٹھانے کی تلقین کرتا ہے۔ ”وَالْمُحْسِنِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ — مَنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا“ (سورہ النساء ۷۵)

پھر وہ لوگ جو بار بار عہد شکنی کر کے نقص امن کا باعث بنتے ہیں ان سے قتال کا حکم ہے۔ چونکہ ان تمام صورتوں میں بنیادی غرض قیام امن ہے، اس لیے جہاد اس وقت جاری رہیگا جب تک ملک میں امن اور عدل و انصاف کی فضاء قائم نہ ہو جائے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ۔ (البقرہ ۱۹۳)

اور تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا افغانستان کے سابقہ حکمران (موجودہ طالبان مخالف اتحاد) ملک میں امن و امان قائم کر سکے۔ ملک کی تعمیر نو کی طرف توجہ دی گئی۔ حالات گواہ ہیں ایسا نہیں ہو سکا جس کی سب سے بڑی دلیل عوام کا ان کے خلاف از سر نو اٹھ کھڑا ہونا تھا، یہ حکومتیں غیروں کے زیر اثر رہیں اس لیے جہاد کے متوقع ثمرات ضائع ہونا شروع ہوئے۔ حکمران جہن فتح مناتے رہے، عوام میں عدم تحفظ کا احساس بڑھتا گیا۔ شاہراہیں غیر محفوظ رہیں، قتل و غارت کا بازار گرم رہا، عدالتیں فوری اور سستا انصاف مہیا نہ کر سکیں۔ تعلیمی اداروں میں سوشلسٹ روس کے اثرات جوں کے توں رہے، عوام جنہوں نے جہاد افغانستان میں بے مثل قربانیاں دیں یہ سب کچھ برداشت نہ کر سکے۔ اور اسلام پسند طاقتیں وحدت طالبان کی شکل ایک بار پھر میدان جہاد میں اتر آئیں ان کے مقاصد نیک اور اجتماعی تھے۔ یہ لوگ جذبے خلوص اور ایمان و یقین سے مسلح آگے بڑھے اور دیکھتے دیکھتے ملک کے ۲۵ صوبوں پر قابض ہو گئے۔ جن لوگوں کو طالبان کی افغانستان جانے اور حالات کا تجزیہ کرنی کی توفیق ہوئی وہ جانتے ہیں کہ طالبان کے زیر حکومت علاقوں میں مکمل امن قائم ہو چکا ہے۔ اور خلافت راشدہ کی طرز تشکیل حکومت کا کام جاری ہے۔ جو لوگ ہماری بات کا یقین نہ کرنا چاہیں وہ بی بی سی اور انٹرنیشنل میڈیا کے تبصرہ اور رپورٹیں ملاحظہ فرمائیں، اور اگر پھر

بھی تسلی نہ ہو تو طالبان کی طرف سے ”صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے“ وہاں جائیں اور حکومت کا بل کا تنقیدی جائزہ لیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ طالبان تقریباً پورے افغانستان میں اپنے قدم جما چکے ہیں۔ جرنل مالک اور احمد شاہ مسعود وغیرہ کی سیاسی وقانونی حیثیت اب سلطنت کے باغیوں کی سی ہے۔ مزار شریف، شمالی علاقوں میں مزاحمت اور احمد شاہ کے اکاڈا حملے دم توڑتے ہوئے چراغ سحری کی مانند ہیں۔ اور اگر یہ جنگ طول بھی پکڑتی ہے تو بھی انشاء اللہ طالبان کے حوصلے اس عارضی جنگی بحران سے پست نہیں ہوں گے۔ لڑائی میں ایسا ہوتا ہے پھر اللہ کا سپاہی توفیق و شکست سے بے نیاز ہوتا ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مال قیمت نہ کشور کشائی

یہ بات لائق توجہ ہے کہ افغانستان میں وسیع بنیاد حکومت امن کی ضمانت نہیں ہو سکتی۔ امن کی صرف ایک صورت ہے کہ طالبان مختلف الخیال ٹروپس (TROOPS) کو غیر مشروط طور پر غیر مسلح کرتے چلے جائیں۔ اور مفتوحہ علاقوں میں شرعی عدالتوں کے قیام پر زور دیں۔ یہ بات تو دنیا غلط کہتی ہے کہ کابل ان لوگوں کو شریک اقتدار کرے جن کو روس اور بھارت کی اشیراد حاصل ہے۔ جب وہ سیاہ و سفید کی مالک تھے جب امن نہیں ہوا تو اب دوبارہ امن کا دعویٰ کیسی منطق ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ یہ بات ریکارڈ ہے کہ قیام پاکستان سے اب تک تمام افغان حکومتیں پاکستان کی خلاف سازشوں میں مصروف رہیں۔ روس اور بھارت کے زیر اثر پختونستان کا قننہ برپا کرنی کی کوشش ہوتی رہی، پاکستانی سفارت خانوں پر حملے ہوئے، سبز ہلالی پرچم کی بار بار بے حرمتی ہوتی رہی یاد رہے اگر خدا نخواستہ طالبان اپنے مشن میں ناکام ہو گئے تو افغانستان میں بلاواسطہ روس اور بھارت کا اقتدار قائم ہوگا اور یہ پاکستان کے لیے دوسرا کشمیر ثابت ہوگا۔

پاکستان نے حالات کی اس نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے طالبان کو تسلیم کر لیا ہے۔ کیونکہ صرف طالبان ہی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ پاکستان دوستی دم بھریں گے۔ یہ نہ صرف پاکستان بلکہ افغانستان کے سیاسی و معاشی استحکام کے لیے بھی اشد ضروری ہے۔ ہماری بحث کا ایک حصہ ابھی تشنہ ہے کہ کیا کوئی صورت ایسی بھی ہو سکتی ہے کہ باہم مسلمانوں کی لڑائی کو جساد کہا جاسکے۔ اس سلسلے میں حجت تو علماء کے فتویٰ ہی ہو سکتے ہیں تاہم راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا کوئی گروہ کافروں کا آلہ کار بن جائے اور ان کے مفادات اور حقوق کا جانے انجانے میں تحفظ کرنے لگے اور انہوں کے مقاصد میں غیروں کی ڈال بن جائے تو قیام امن اور امت مسلمہ

کے حق میں ایسے مسلمانوں سے جہاد جاری ہے۔ فرض کریں کہ بھارت پاکستان سے جنگ کے دوران وہاں کے مسلمانوں کو آگے کریدتا ہے تو کیا مسلمان ہونے کے ناطے پاکستانی فوج اپنے ہتھیار روک لے گی نہیں بلکہ چاروناچار اسے ان مسلمانوں کی لاشوں سے گزر سے بزدل دشمن تک پہنچا ہوگا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ خلیفہ اول کے زمانے میں بعض لوگوں نے اسلام کے بعض احکام سے روگردانی کرنی چاہیے تو بعض صحابہ کرامؓ نے زری کا مشورہ دیا لیکن صدیق اکبرؓ نے ان کے خلاف قتال کا حکم دیا۔ اسلامی حکومتوں کے خلاف مسلمان امرا کی بغاوتیں اور پھر ان کا فرد کرنا اسی ذیل کی جنگیں تھیں۔ نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی بیشتر طاقت اپنے ان مسلمان بھائیوں کی تادیب پر صرف ہوتی رہی جو یورپ کے عیسائیوں کے آلہ کار بن چکے تھے۔ اسی طرح سلطان ٹیپو شہید ایک عرصہ تک نظام دکن کے خلاف جنگ کرتا رہا۔ اب کون ہے جو ایوبی، زنگی اور ٹیپو کے جہاد پر شک کرے گا۔ آج افغانستان میں بھی یہی صورتحال ہے۔ وہاں روس اور بھارت کی مداخلت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ان حالات میں آپ خود فرمائیں کہ طالبان کا وجود افغانستان میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے کس قدر ضروری ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ طالبان ہی وہ قوت ہے جو کبھی تازے وقت میں پاکستان کے کاندھے سے کاندھے ملا کر بھارت کا مقابلہ کرے گی۔ یہ پاکستان کی طرف سے کشمیریوں کے حق میں افغان قوم پر قرض ہے، لیکن اس سے پہلے اللہ کرے طالبان کو افغانستان میں مکمل فتح حاصل ہو اور پھر اس کے بعد انتہائی کٹھن ذمہ داریاں احسن طریق سے پورا کریں۔ بات صرف تمام ملک کی تسخیر پر ختم نہیں ہوگی بلکہ اصل کام تو اس کے بعد شروع ہوگا۔ ملک فتح کرنا تو کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ چنگیز خان، ہلاکو خان اور سکندر اعظم وغیرہ نے بہت سی ملک فتح کیے لیکن ان کی فتوحات کے نشانات ان کی موت سے بھی پہلے مٹ گئے۔

طالبان حکومت کی اصل کامیابی افغانستان میں مقاصد جہاد کا حاصل کرنا ہے اور وہ ہمیں نفاذ شریعت اور امن وامان وغیرہ اس ضمن میں طالبان کو طویل المعیاد منصوبوں اور روایت کانفرنسوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے درج ذیل امور پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔

- (۱) سب سے پہلے اپنے جغرافیائی دفاع کو مضبوط کیا جائے۔
- (۲) طالبان کو اپنی نظریاتی سرحدوں پر جاگتے رہنا ہوگا۔
- (۳) آزاد اسلامی عدالتوں کا قیام انصاف کا فوری اور سستا نظام قائم کرنا اور شرعی حدود و تعزیرات کا فوری نفاذ عمل میں لانا۔

۱۴۔ تباہ حال افغانستان کی تعمیر نو ایک بہت بڑا چیلنج ہے جس کے لیے حکومت کو بڑی سیاسی بصرت درکار ہوگی۔

۱۵۔ سکولوں، کالوں اور یونیورسٹیوں کے لیے اسلامی و شرعی نصاب کی تیاری اور نفاذ، خصوصاً قوانین کے لیے اداروں کا قیام بہت ضروری ہے۔

۱۶۔ عالمی سطح پر پائی جانے والی گمانیوں کا ازالہ کرنا بھی حکومت کے فرائض میں شامل ہونا چاہیے

۱۷۔ امیر المومنین اور جملہ ارکان حکومت کو عام شہری کی زندگی بسر کرنا ہوگی، یہ ایسا چلن ہے جو طالبان کو متحذر رکھنے کے لیے اشد ضروری ہے۔

۱۸۔ مغربی جمہوریت کی بجائے زندگی کے ہر شعبہ میں نظام ”خلافت راشدہ“ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

۱۹۔ حکومت کابل کو پاکستان سمیت ان تمام ممالک کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے جنہوں نے

جسٹ افغانستان کے دوران افغان مہاجرین کی اپنے محدود وسائل کے باوجود مناسب حد

تک دیکھ بھال کی، نیز ان مہاجرین کی واپسی اور بحالی کا فوری انتظام کیا جائے۔ تاکہ یہ

لوگ بھی اپنے وطن کی تعمیر و ترقی میں اپنا حصہ ادا کر سکیں۔

۱۰۔ جملہ امور سلطنت چلانے کیلئے علماء کی ایک مشاورتی کونسل (سپریم کورٹ) تشکیل دی جائے

خدا کرے کہ افغانستان کی نئی حکومت امت مسلمہ کی امیدوں پر پورا اترے اور اشیاء

میں اقوام مشرق کے لئے اس کا قیام باعث فخر و مباہات ہو۔ آخر میں علامہ اقبال کے دو شعر طالبان

کی نذر، جو شاعر مشرق نے اسلام دوستی کے جذبہ میں ایک ترکی رہنما کے لیے کہے تھے۔ میرے

خیال میں آج ان کا جائزہ مصداق افواج طالبان ہی ہیں۔

ہرے ہے چرخ نیلی نام سے منزل مسلمان کی ستارے جس کی گرو راہ ہوں، وہ کاروں تو ہے

یہ تکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا کہ اقوام زمین ایشیاء کا پاسباں تو ہے

✽ بعقہ ص 45 سے

اشرف علی صاحب دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لیے تشریف لائے تو اس زمانے کے بیشتر فتاویٰ

مولانا محمد یعقوب (مفتی مدرسہ دیوبند) نے آپ سے لکھوائے، ان کی نقول مولانا اشرف علی اہتمام کے

نشا تھی رکھیں۔ چنانچہ بعد میں یہ فتوے اور دیگر فتاویٰ ”امداد الفتاویٰ“ کے نام سے شائع ہوئے اس کے

عمیق حصے تھے۔ حصہ اول ۱۳۱۰ھ کے فتوے حصہ دوم میں ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۱۳ھ تک کے فتوے (بزمانہ قیام

کانپور) اور تیسرے حصے میں ۱۳۱۵ھ کے بعد کے فتوے (بزمانہ قیام تھانہ بھون) لکھے گئے، اس حصے کے

بیشتر فتوؤں میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے مراجعت کی گئی ہے۔ فتاویٰ السنۃ، مطبوعہ بریلوی ۱۳۱۳ھ۔